حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع اکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

اشاعت نمبر ۲۴

تحقیقی، علمی و اصلاحی

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف

ہند

فہرست مضامین

- حضرت تھانویؒ پر اپنا کلمہ پڑھانے کا الزام، اور خود حضرت تھانویؒ کا جواب۔

زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتھم

حضرت تھانویؒ پر اپنا کلمہ پڑھانے کا الزام،
اور خود حضرت تھانویؒ کا جواب۔

-مفتی ابن اسماعیل المدنی
-مولانا عبد الرحیم قاسمی
-ڈاکٹر ابو محمد ،شہاب علوی

حکیم الامت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)، مجلہ ''الامداد''، جلد ۳، بمطابق جمادی الثانی، ۱۳۳۶ھ: ص ۱۷ پر، اس واقعہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

حکایت:

ایک صاحب ذی علم نے اپنی ایک حالت باطنیہ لکھی تھی یہاں سے اس کی تحقیق کی گئی تھی وہ ذیل میں منقول ہے۔

سوال:

اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالع کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لئے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولانا مولوی عبداللہ صاحب و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم اور لدیانا والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے۔

اس سے یہ غرض نہیں ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں ان کو بلا وجہ ترجیح دی جاوے، اصل غرض یہ ہے کہ

(۱) حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز جاں ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گزریں۔

(۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے، ان کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لیے ان سے اور بھی محبت ہو گئی،

اثناء گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ الامداد اور حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے ان کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیئے،

الحمد اللہ جو لطف ان سے اٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دو پہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا، لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی، اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ ــــــــــ کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے نام کے **......** نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔

دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا، لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، سو اس واسطہ کی پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔

لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں **اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا ....** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا، تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب:

اس واقعہ میں تسلی تھی کی جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ **۲۴/شوال ۱۴۳۵ھ۔**

شکایت مع درایت

اس واقعہ کے متعلق اور اس پر جو میرا جواب ہے اس کے متعلق کچھ شورش برپا ہوئی، جس میں زیادہ حصہ اخباروں نے لیا اس کا حاصل پانچ الزام ہیں:

1- یہ کہ نعوذ باللہ مجیب نے دعوے نبوت کا کیا، **استغفر اللہ نعوذ باللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔**

2- دوسرے یہ کہ صاحب واقعہ پر زجر و توبیخ اور اس کو استغفار کا امر نہیں کیا کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی تھا- یا کم از کم یہ واقعہ طبیعت

پر گراں کیوں نہیں ہوا۔

3- یہ کہ جب یہ وسوسہ شیطانی تھا تو اس کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا جیسا کہ اس کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے۔

4- چوتھے یہ کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم کیوں نہیں دیا۔

5- یہ کہ اس تحریر کو شائع کیوں کیا گیا جس سے اتنا مفسدہ ہوا۔

الزام نمبر ''ا'' کا جواب:

الزام اول کا افترا و بہتان عظیم ہونا اسقدر ظاہر ہے کہ بجز اس کے کہ اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر دوں اور زیادہ جواب دیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔

(سورۃ الاحزاب: آیت نمبر ۵۸)

ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت سے) جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا،

کیوں کہ عبارت جواب میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی اسی دعوی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جواب میں لفظ متبع سنت خود اعتراف ہے کہ مجیب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت ہے، پس اس الزام والوں کے لیے آیت موصوفہ کی وعید ہی کافی ہے چونکہ دنیا میں ایسے بھی غبی ہیں کہ وہ اس سے زیادہ واضح جواب کے محتاج ہیں اس لیے اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ غور کرنا چاہیے کہ اگر یہی واقعہ اس زمانہ کے مشہور مدعی نبوت کے سامنے پیش ہوتا تو کیا وہ اس کا یہی جواب دیتا جو احقر نے دیا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو یوں کہتا کہ تمھارا مجھ کو رسول نہ سمجھنا اور اس بنا پر ان الفاظ کو غلط جان کر فکر تدارک کرنا تمہاری غلطی ہے اور میں واقع میں رسول ہوں اور یہ کہتا کہ اس سے بڑھ کر میری رسالت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ تم باوجودیکہ میری رسالت کا اقرار نہیں کرنا چاہتے مگر خدا تعالی تم سے جبراً اس کا اقرار کراتا ہے، انتھی۔اب موازنہ کر کے بتلائیے کہ احقر کے جواب میں نعوذ باللہ دعوی تو درکنار کہیں اس کا شبہ بھی ہے، حاشا وکلا۔

اور اگر یہ قصداً افترا نہیں بلکہ بدفہمی ہے تو اگر اسکی کوئی بنا بھی ہے جیسے بعض کا قول سنا گیا ہے کہ صاحب واقعہ کے اس مضمون کے نقل کرنے پر رد نہ کرنا اس مضمون کی تقریر ہے تو موٹی بات ہے کہ جب صاحب واقعہ خود ہی اس مضمون کے رد وابطال کو بھی نقل کر رہا ہے، پھر مجیب کو اسکی کیا حاجت رہی تو مجیب کا سکوت فی الواقع ان صاحب واقعہ کے اس رد وابطال کی تقریر ہے نہ کہ اس مضمون کی۔ پھر یہ بنا کیا چیز رہی اور اگر یہ بلا کسی بنا کہ یہ بدفہمی ہے، تو بس اس آیت کا مصداق ہے:

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ۔(سورۃ الحج: آیت نمبر ۴۶)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی تا کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے۔ اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی فہم وتدین عطا فرمائے۔

غرض اس الزام کا منشا تو جہل محض یا عناد بحت ہے،

الزام نمبر "۲" اور "۳" کا جواب:

رہے بقیہ الزامات سو اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے "۲" جزو ہیں: ایک خواب اور ایک بیداری کا۔

سو ظاہر ہے کہ حصہ خواب میں وہ بالیقین وبالاجماع مکلف تو ہے نہیں۔[۱]

---

(۱) اہل حدیث عالم عبداللہ سلیم اپنی کتاب **قرآن وحدیث کی روشنی میں روزمرہ کے احکام ومسائل: ص ۹۸** پر لکھتے ہیں: جب مرد اپنے خواب میں دیکھے کہ وہ کسی عورت سے مجامعت کر رہا ہے یا کوئی عورت اپنے خواب میں دیکھے کہ کوئی آدمی اس سے مجامعت کر رہا تو اس مرد اور عورت پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں خواب کی حالت میں غیر مکلف ہیں اور اس طرح کے خوابوں سے بچنا ان کے اختیار میں بھی نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالی کسی شخص کو اس کی وسعت وطاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

نیز اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"ورفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن المجنون حتى يعقل، وعن الصبي حتى يحتلم"۔

(صحیح ابی داود، رقم الحدیث: ۴۴۰۳)

تین آدمیوں سے مواخذہ کا قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ ایک وہ سویا ہوا شخص جب تک وہ بیدار نہ ہو اور دوسرا مجنون جب تک اس کا جنون کا دورہ ختم نہ ہو جائے اور تیسرا بچہ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

اس حدیث کو احمد، ابوداود، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے تو کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرطوں کے مطابق ہے- رسول اللہ نے فرمایا نیند کی حالت میں کوئی کوتائی جرم نہیں ہاں بیداری کی حالت کوتاہی جرم ہے-

اس روایت کی مزید تحقیق وتفصیل، **دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۵: ص ۱۸** پر موجود ہے۔

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالی میری امت سے خطا اور نسیان اور جس پر ان کو مجبور کیا گیا ہو، اس سے در گزر فرمایا ہے۔ (**سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: حدیث نمبر ۲۰۴۳**، البانیؒ نے صحیح کہا ہے)

تاہم اسمیں فی نفسہ چند احتمال ہیں۔ایک یہ کہ یہ خواب گوصورتا منکروقبیح ہے،گرنظر برصلاح حال صاحب رویا تعبیر اسکی اچھی ہوکیونکہ صاحب رویا کی حالت کوتعبیر میں دخل ہوتا ہے،جیسا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ام فضل نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا’’کان قطعة من جسدك قطعت و وضعت في حجري‘‘۔ **(مشکاۃ المصابیح: حدیث نمبر ٦١٨٠)**

اورساتھ ہی یہ عرض کیا تھا:’’رأیت حلما منکرا اللیلة‘‘مگرآپ نے فرمایا:’’رأیت خیرا‘‘اور پھرایک اچھی تعبیر دی۔(**مشکوۃ: باب مناقب اہل البیت**)[۱]

ظاہرا کیسا بے ادبی کا واقعہ دیکھا اورجیسا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا تھا:’’**انه اتی قبر رسول الله صل الله علیه و سلم فنبشه فاخبر استاذه و کان ابو حنیفة صبیا بالمکتب فقال له استاذه ان صدقت رویاك یاولد فانك تقتضي اثر رسول الله صلي الله علیه و سلم و تنبش عن شریعته فکان کما خبر الاستاذ**‘‘۔(**رسالہ تعبیر الرؤیا کشوري:ص۳۷**)

اسی طرح علامہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بہ تغیر بعض الفاظ یہ واقعہ درج فرمایا ہے۔[۲]

اہلحدیث عالم حافظ زبیرعلی زئی مرحوم،**مجلہ الحدیث: شمارہ نمبر ٦٥ ص۳۷** پر لکھتے ہیں:

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مکہ اورمدینہ میں دجال (اپنے خروج کے بعد) داخل نہیں ہوسکے گا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہےاورجس حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ دجال بیت اللہ کا طواف کررہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دجال اپنی فوجوں کے ساتھ سرزمین مکہ ومدینہ کوگھیرلے گا لیکن یادرہے کہ وہ مکہ اورمدینہ میں داخل نہیں خواب کی ہربات ظاہر پرمحمول نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تعبیر کی جاتی ہے

آٹھویں صدی ھجری کے مایہ ناز عالم کی شاہکار کتاب **المرتبة العلیا** کا اردو ترجمہ خوابوں کی تعبیریں کے مقدمہ: ص ۳۳، پر اہلحدیث عالم لکھتے ہیں

یادرہے کہ بعض اوقات خواب بڑے عجیب وغریب بلکہ بیہودہ قسم کے آتے ہیں مگران کی تعبیر بڑی عمدہ ہوتی ہے۔اس لیے تعبیر کے موضوع پر ہرکتاب میں بظاہرعجیب وغریب اورعریاں خواب بھی دیے جاتے ہیں تاکہ ایسے خوابوں کی تعبیر تک پہنچا جا سکے۔زیرنظر کتاب میں بھی آپ کا گزرایسے خوابوں سے ہوگا مگر یہ اس فن کی مجبوری ہے جس کے بیان کے بغیر موضوع نامکمل رہتا ہے۔[ش-ع]

[۱] اس روایت کی تحقیق وتفصیل، **دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۵: ص۱۸-۱۹** پرموجود ہے۔

[۲] اس واقعہ کی تحقیق وتفصیل، **مجلہ الاجماع: شمارہ نمبر ۲۱: ص ۵٦** پرموجود ہے۔

دیکھئے یہ خواب ظاہرا کیسا موحش تھا،لیکن تعبیر کیسی تسلی بخش بتلائی گئی۔

دوسرا احتمال ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو اور اسکی تعبیر اچھی نہ ہو،سو احقر کا ذہن جواب لکھنے کے وقت اس احتمال اول کی طرف گیا اور گو میں صاحب واقعہ کو نہ پہچانتا ہوں،نہ جانتا ہوں کیونکہ نہ وہ میرا مرید ہے نہ کچھ خط و کتابت یا تعلیم تلقین کا کوئی تعلق مجھ کو یاد ہے،مگر بعض قرائن قصہ سے میرے قلب نے اس کے،اس کے صلاح کی شہادت دی۔جن میں بڑا قرینہ غلط کلمات کے نکلنے سے اس کا خواب میں بھی پریشاں اور اسکے تدارک کی کوشش کرنا ہے،کیونک خواب میں آدمی مکلف نہیں ہوتا گر باوجود عدم تکلیف کی حالت میں ہونے کے امر و نہی کا ایسا اہتمام ہونا بین دلیل ہے صاحب رویا کے ایمان قوی وصلاح کی۔

بس اس صلاح وتدین کی بنا پر میں نے اسکی ایک اچھی تعبیر لکھ دی اور اس وقت وجہ مناسبت کا نہ لکھنا ایک تو اس لئے تھا کہ میں اسکو اپنے نزدیک خفی نہیں سمجھا دوسرے اس لیے کہ مخاطب میرے گمان میں صاحب علم یا صاحب فہم تھا،اسکی حاجت نہ سمجھا تیسرے تعبیر کیساتھ وجہ مناسبت لکھنا ضروری بھی نہیں جیسا کہ حکم شرعی کے ساتھ دلیل لکھنا ضروری نہیں،مگر اب تبرعا وجہ مناسبت بھی لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور شخص کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف۔

پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی تعبیر اتباع سے دی گئی،اسی طرح بجائے اسم نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دوسرا اسم ملفوظ ہونیکی تعبیر اگر اس اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آ گیا۔

نیز مناسبت کی علمی اصطلاح کے موافق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تشبیہ بلیغ میں ادات تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ابو یوسف ابوحنیفہ اور تعبیر کے لیے ادنی مناسبت بھی کافی ہے باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو اور اسکی یہ تعبیر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے،لیکن غلط تعبیر دے دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی،جس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا،یہ تو کلام تھا حصہ خواب کے متعلق۔

اب رہا حصہ بیداری کا جس میں غلط کلمات نکل رہے ہیں سو صاحب واقعہ تصریحا کہتا ہے کہ میں بقصد تلافی کلمات خواب کے صحیح کلمات ادا کرنا چاہتا ہوں مگر بلا اسکے اختیار اور قصد کے پھر بھی غلط ہی نکلتے ہیں سو چونکہ کوئی دلیل شرعی یا عقلی اس شخص کی تکذیب پر اور اس حالت کے امتناع پر قائم نہیں گو کثیر الوقوع نہیں،لیکن اتنی قلیل بھی نہیں کہ عدیم النظیر کہا جاوے۔غرض جب ایسا ممکن ہو تو اس شخص کی اس جزو میں بھی تصدیق کی جاوے گی،بس اسکی تصدیق کی بنا پر اس میں بھی چند احتمال ہیں:

ایک یہ کہ یہ حالت بقیہ اثر ہو اس حالت خواب کا گو دونوں میں یہ تفاوت ہوگا کہ حالت خواب میں شعور و اختیار دونوں منفی ہوتے ہیں اور اس بیداری میں صرف اختیار اگرچہ بقاء شعور کے ساتھ ہو دوسرا احتمال یہ ہے کہ اسپر کسی کیفیت باطنیہ کا غلبہ ہو،سو واقعی

اس کا مضمون پڑھ کر میرے قلب پر اثر ہو، اس اثر سے میرا وجدان، ان ہی دو احتمالون کی طرف علی سبیل التر دد گیا اور دونوں احتمالوں پر ایسی حالت مثل خواب کے قابل تعبیر و تاویل ہوتی ہے، اس لیے میں نے اپنے جواب کو اس حالت کی بھی تعبیر مشترک قرار دیا، باقی مجھ کو اس پر بھی اصرار نہیں، کیونکہ اس میں تیسرا چوتھا احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اس حالت کا سبب کوئی آفت دماغ یا لسان میں ہو یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہو کہ جس طرح وہ قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے، زبان پر ان کلمات کا القا کر دیا ہو لیکن ہر حال میں بر تقدیر نفی اختیار و قصد میں مصدق ہونے کے وہ نہ کافر، نہ عاصی ہے۔

بلکہ تیسرے احتمال پر تو یعنی جب کہ اس کا سبب کوئی آفت یا مرض ہو یہ حالت مذموم و اثر شیطانی بھی نہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالی کی فرح بالتوبہ کی مثال میں ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی جس نے شدت فرح میں یہ کہہ دیا تھا: ''**اللهم انت عبدی و انا ربك**''-[۱]

حالانکہ فی نفسہ یہ کلمہ کفر ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نقل فرما کر اس پر انکار نہیں فرمایا، بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ ''**أخطاء من شدة الفرح**''، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت فی اللسان کی حالت نہ مذموم ہے، نہ اثر شیطانی ہے ورنہ حق تعالی کی فرح محمود کی تشبیہ فرح مذموم شیطانی کے ساتھ لازم آتی ہے، **و هو باطل**۔

اور اس حدیث مثال تائب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ غیر صحیحہ پر ہر حالت میں گرانی ہونا ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مثال کو نقل فرما کر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہیں ہوئی اور ایک اعرابی نے جو آپکے سامنے کہہ دیا تھا کہ ہم حق تعالیٰ کو آپ کے سامنے شفیع لاتے ہیں، تو آپ پر بے حد گرانی ہوئی تھی، کیونکہ وہ تکلم بالقصد تھا، گو جہل سے تھا اور یہاں بلا قصد، **فافهم**-

---

(۱) **صحیح مسلم حدیث نمبر: ۶۹۶۰**، باب: توبہ کرنے کی ترغیب اور اس سے خوش ہونے کے بیان میں کتاب: توبہ کا بیان

محمد بن صباح زہیر بن حرب، عمر بن یونس عکرمہ بن عمار اسحاق بن عبداللہ ابی طلحہ حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ کو تمہارے اس آدمی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جو سنسان زمین میں اپنی سواری پر ہو وہ اس سے گم ہو جائے اور اس کا کھانا پینا بھی اسی سواری پر ہو وہ اس سے ناامید ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آکر لیٹ جائے جس وقت وہ اپنی سواری سے ناامید ہو کر لیٹے اچانک اس کی سواری اس کے پاس آکر کھڑی ہو جائے اور اس کی لگام پکڑ لے پھر زیادہ خوشی کی وجہ سے کہے اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں یعنی شدت خوشی کی وجہ سے الفاظ میں غلطی کر جائے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م **۱۳۶۲ھ**)، اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض اہل حال سے غلبہ حال میں ایسے کلمات صادر ہوتے ہیں جو شریعت پر منطبق نہیں ہوتے اس حدیث میں اس کا حال اس کی نظیر سے معتبر ہونا نیز اس پر مواخذہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیوں کہ اس کے نقل کے بعد اس پر انکار نہیں فرمایا گیا- **(التکشف: ص ۴۹۷)**

(ش-ع)

اور واقعہ زیر بحث میں تو بلا قصد سے بھی زیادہ یعنی مع قصد و اہتمام تکلم بکلمہ صحیحہ، ایک غلط نکلا تو وہ بدرجہ اولی عدم گرانی کا مستحق ہوگا۔[۱]

اور چوتھے احتمال پر گو مسبب عن الشیطان ہو، مگر معصیت پھر بھی نہیں، جیسا کہ قلب کے وسوسہ کا حکم ہے۔ اور جامع دونوں میں عدم قصد و عدم اعتقاد ہے اور وسوسہ کا یہ حکم یعنی عدم معصیت احادیث میں منصوص ہے۔ بلکہ باوجود وسوسے کے مذموم ہونے کے اسکے بلا قصد آنے کو علامات ایمان میں سے فرمایا گیا ہے، چنانچہ صحابہ کے ''انانجد فی انفسنامایتعاظم الخ'' کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ''او جدتموہ'' کے بعد ''ذاک صریح الایمان'' ارشاد فرمانا {کما فی المشکاۃ عن الصحیحین} صریح دلیل ہے، اسکی اور بعض احادیث وسوسہ میں جو استعاذہ کا امر فرمایا ہے، یہ دلیل نہیں اسکے معصیت ہونے کی۔ ہاں

---

[۱] مسلم کی حدیث اور خواب میں اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلمہ پڑھنے والے کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں:

۱- مرید نے خواب میں اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلمہ پڑھا اور دلیل میں حدیث اوپر ذکر کر دی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بالاجماع اس پر فتوی نہیں لگے گا، جب کہ حدیث میں صحرائی نے جاگتے ہوئے اپنے کو خدا کہا۔

۲- مرید نے جاگتے ہوئے درود میں اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا، جب کی صحرائی نے جاگتے ہوئے اپنے کو خدا بھی کہا اور اللہ کو بندہ۔

۳- مرید بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان اس کے قابو میں نہیں تھی، اس حالت میں اس نے وہ بات کہی، جب کہ صحرائی نے خوشی کی شدت میں کہا، زبان اس کے بھی قابو میں نہیں تھی۔

۴- مرید سے جب یہ کام اضطراری حالت میں صادر ہوا تو اس بات پر خوب رویا اور غمزدہ رہا، جب کہ صحرائی نے خوشی میں اپنے کو رب اور اللہ کو بندہ کہا، لیکن صحرائی کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کہ وہ غلطی پر رویا یا غمزدہ رہا ہو۔

۵- مرید کو اضطراری حالت میں جو غلطی ہوئی، اسے اس کا علم تھا، اور اس پر خوب رویا اور غمزدہ رہا، جب کہ صحرائی کے واقعہ میں صحرائی کے بجائے خود نبی علیہ السلام نے غلطی بیان کی کہ خوشی کی شدت میں غلطی کر گیا۔

۶- مرید نے اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود اپنی غلطی بیان کی، خوب رویا اور غمزدہ رہا، اسی لئے تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ کی ضرورت نہیں سمجھی، جب کہ صحرائی کے واقعہ کو نبی علیہ السلام نے اللہ کی رحمت کی وسعت کو بیان کرنے کے لئے بیان کیا ہے۔

۷- مرید والے واقعہ میں مرید کو تسلی دی جا رہی ہے جس سے تمھارا تعلق ہے وہ متبع سنت ہے، جب کہ صحرائی کے واقعہ میں پوری امت کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اللہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے۔

نیز اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متبع سنت لکھ کر صاحب واقعہ کی پریشانی کو دور کر دیا اور بتلا دیا کہ مجھے نبی علیہ السلام سے صرف غلامی کی نسبت ہے یہاں نبوت اور رسالت کا احتمال بھی نہیں۔ {ش-ع}

لفظ استغفار سے اس دلالت کی گنجائش ہوسکتی تھی، چنانچہ معصیت نہ ہونا مجمع علیہ ہے اور یہ استعاذہ خواہ لفظا ہو یا معنا، چنانچہ بعض احادیث میں وہ مذکور بھی نہیں صرف معنی پر اکتفا فرمایا گیا، یعنی اس کو برا سمجھنا اور دفع کی کوشش کرنا، جیسا واقعہ زیر بحث میں بھی ایسا کرنا مذکور ہے۔

بہرحال تیسرے چوتھے احتمال میں بھی معصیت لازم نہیں اور اگر تیسری حالت کے معصیت ہونے کا، اس سے شبہ ہوجائے کہ حدیث میں ہے: ''من قال باللات والعزی فلیقل لاالہ الا اللہ''، [۱] جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ سبق لسان بھی اس درجہ کی معصیت ہے کہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ یہاں ذکر اس شخص کا ہے جس کو پہلے سے عادت کفر بکنے کی تھی، پھر بھی اس امر بالتدارک کا سبب خود اس سبق لسانی کا فی نفسہ معصیت ہونا نہیں بلکہ اسکے منشاء یعنی عادت سابقہ اختیاریہ کا مذموم ہونا ہے اور تدارک جو اسکا لا إلہ الا اللہ سے کیا گیا ہے، سو مقصود اس کا اظہار بقاء ایمان سابق یعنی ظہار عدم زوال ایمان سابق ہے نہ کہ احداث ایمان جدید بعد زوال السابق- سو اس سے وجوب تجدید پر بھی استدلال نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ یہ کہ اس صاحب واقعہ کی تصدیق کی بنا پر متعدد احتمالات مذکورہ میں سے جو احتمال بھی لیا جاوے تو ان سب میں تو اتنا امر مشترک ہے کہ یہ شخص نہ کافر ہوا نہ عاصی- پس اس سے الزام ثانی وثالث بھی مرتفع ہوگیا- ثانی تو اس لیے کہ یہ شخص جب نہ کافر ہے نہ عاصی پھر زجر وتوبیخ کی کیا وجہ۔ اور گرانی کا جواب اوپر بہ ضمن تقریر حدیث مثال تائب ہو چکا ہے۔ اور نہ یہاں تو شب وروز مشاہد کہ اس سے اہون امور پر گرانی وزجر تو کیا سخت سے سخت داروگیر کیجاتی ہو۔ تقریرا بھی تحریرا بھی اور ثالث اس لیے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اول تو یہی متیقن نہیں کہ یہ وسوسہ شیطانی تھا۔ اور برتقدیر تسلیم بھی غایت مافی الباب میری ایک رائے کی غلطی ہوگی مگر ملامت تو پھر بھی نہیں ہوسکتی۔

الزام نمبر ''۴'' کا جواب:

اب چوتھا پانچواں الزام رہا، سو اوپر کی تقریر سے جب اس کا معذور عند اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو واقعی مجھ کو جواب لکھنے کے وقت اس کی طرف درجہ وسوسہ تک میں بھی التفات نہیں کہ آیا یہ ظاہر احکام فقہیہ میں بھی معذور ہوگا یا یہ کہ غیر معذور ہوکر مامور بہ تجدید الایمان یا بہ تجدید النکاح ہوگا، اس لئے میں نے اسکے حکم فقہی سے جواب میں تعرض نہیں کیا تھا، بلکہ جواب لکھنے کے۔۔۔ بعد تک بھی مجھ کو یہ احتمال نہیں ہوا کہ کوئی صاحب علم اس کو غیر معذور سمجھیں گے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گو سبکی نہیں، مگر بعض حضرات اکابر کی رائے تو اسکے ظاہرا وقضاء غیر معذور ہونے کی ہے، اسوقت میں نے اسکے حکم فقہی کے اظہار کی ضرورت سمجھی، چونکہ اس معاملے کا بوجہ مجیب ہونے کے میرے ساتھ ایک گونہ تعلق تھا اور میری رائے اس میں نرم تھی اسلئے میں نے اپنے فتوی پر اعتماد کرنیکو خلاف

---

[۱] اس حدیث کی تخریج شیخین نے کی ہیں، دیکھئے صحیح بخاری: حدیث نمبر ۴۸۶۰، صحیح مسلم: حدیث نمبر ۱۶۴۷۔

احتیاط سمجھ کر دوسرے حضرات سے فتاوی حاصل کیے جن کا اس مقام پر تو (بوجہ کم گنجائش ہونے کے بدون اپنی رائے کو دخل دئے ہوئے) صرف خلاصہ بالفاظہا نقل کیے دیتا ہوں بعد میں کسی موقع پر ان کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم مرتب کر کے، اگر کوئی صاحب علم شائع کرنے کے لئے مانگیں گے دے دیے جاوینگے۔

پس ان میں سہارن پور کے فتوی کا حاصل تو یہ ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذو جھتین ہے، ایک جہت وہ ہے جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اسکو مؤمن قرار دیا جاتا ہے دوسری جہت ظاہر اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے جس پر اسکو مامور بہ تجدید الایمان النکاح کیا جاتا ہے اس صورت میں فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ نکاح اول بحالہ باقی ہے، لہذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے، انتھی۔

اور دیوبند کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ اسکو معذور کہنے میں اور حکم کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے اور جب کہ حکم کفر وارتداد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونۃ زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا، استحبابا تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے اور اس دوسرے فتوی کی ایک تصدیق کا حاصل یہ ہے کہ عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اسکے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا دیانتا متفق علیہ ہے۔ البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوجہ اس کو حلف دے۔

اور دہلی کے فتوے کا حاصل یہ ہے کہ جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار وارادہ سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اسکی زبان سے صدور خطا ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقا کفر عائد نہیں ہوتا اسلیے انکو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائیگا، احتیاطا تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے اسکی منکوحہ قطعا اسکے نکاح میں ہے اور اسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں۔ اگر اسکی یہ حالت بیخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضاء دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہو تاہم بوجوہ مذکورہ بالا قضاء بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔

اصل مدعا میں یہ سب فتویٰ متحد ہیں: یعنی

۱- عدم حکم بالارتداد۔

۲- بقاء نکاح زوجہ۔

اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعض میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بناء پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری جاننے کی من کل الوجوہ موید ہیں) ظاہری کر کے سبکدوش ہوتا ہوں اب علماء اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے اور اسی طرح صاحب واقعہ بھی ان فتووں کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمالیں۔

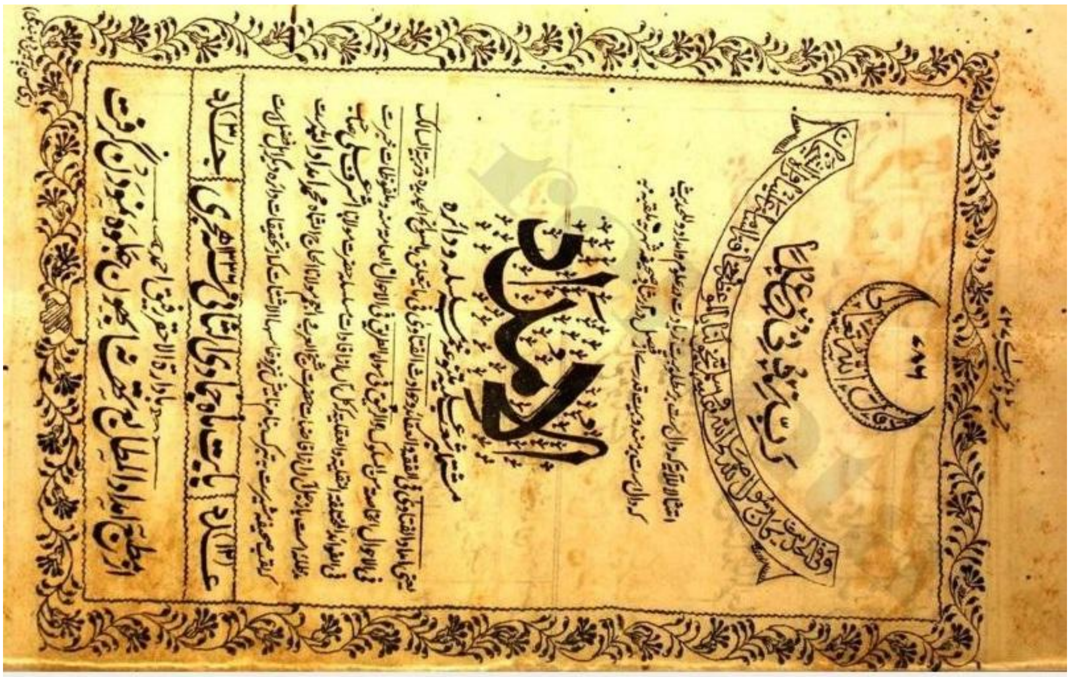
الزام نمبر "۵" کا جواب:

رہا پانچواں الزام سو واقعی میرے نزدیک یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا کہ اسمیں کسی ایسے شبہ کی گنجایش میرے ذہن میں نہ تھی اور کسی

شبہ کی گنجایش نہ ہونے ہی کے سبب میں نے جواب مجمل کو کافی سمجھا، تفصیل کی حاجت نہ سمجھی تو اس حالت میں اسکی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیونکر ہوسکتا تھا اور جب اس کا احتمال نہ تھا تو گو اشاعت میں نے نہیں کی مگر اسکی اشاعت کو روکا بھی نہیں، بالخصوص جب کی اسکی اشاعت میں یہ فائدہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر کسی کو ایسی حالت پیش آوے تو وہ تلبیس سے محفوظ رہ کر اپنے جان و ایمان کو بچا سکے ایسا ہی شخص فائدہ کی قدر بھی کرسکتا ہے۔ ورنہ غیر صاحب حال کیا جانے بقول کے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی جیت : حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

یہ تھی حقیقت واقعہ کی راست راست بے کم و کاست خلاصہ سب کا یہ ہے کہ بحمد اللہ نہ صاحب واقعہ نے اور نہ احقر نے نہ کسی کفر کا ارتکاب کیا نہ کسی معصیت کا۔ غایت فی الباب بعض امور متعلقہ رائے میں رائے کا اختلاف محتمل ہوسکتا ہے جو کسی درجہ میں بھی محل ملامت نہیں ہے مگر پھر بھی صمیم قلب سے کہتا ہوں: **اللھم اغفر لی ماقدمت و مااخرت و ما أسررت و مااعلنت و ما علمت منه و مالم اعلم و ما انت اعلم به مني. و افوض امري الی الله انّ الله بصير بالعباد۔**



مفصل جواب رسالہ بسط البنان و رجوم المذنبین میں ہے یہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ یہاں لفظ اتنا نہیں۔ ایسا ہے جو مرادف ہے کلمہ اس قسم کا جیسے کہا جاتا ہے میری عادت ایسی ہے کہ کسی کی خوشامد نہیں کرتا اور جیسا فارسی میں لفظ چناں ہے قال الشیرازی رحمہ

چناں پہن خوان کرم گسترد ۔ کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

اور لفظ ایسا سے اشارہ نفس بعض علوم غیبیہ کی طرف ہے جس میں گفتگو ہے۔ نہ کہ خاص اس بعض کیطرف جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہیں چنانچہ ادنی سلیقہ والے پر ظاہر ہے۔ پس یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے الخ بلکہ معنی کلام کے یہ ہیں کہ مطلق بعض غیب کا علم تو دوسری مخلوقات کو بھی ہے الخ تو اس میں کیا محذور ہے۔ اظہار ظلم میرے کلام مذکور میں تحریف معنوی تو کی ہی گئی تھی جسکے متعلق اوپر گفتگو تھی شاید دو ہفتے ہوئے ہوں گے کہ ایک اشتہار نظر سے گذرا جسکا یہ عنوان تھا "نقل اشتہار عقائد شہر لودیانہ انجمن اصلاح عقائد ۲۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ" جسکے صفحہ ۳ پر میرے دو مضمون صریح تحریف لفظی کے ساتھ نقل کرکے انتہی بلفظہ لکھ کر اُن الفاظ کو میری طرف منسوب کیا ہے اس ستم کی کوئی حد ہے جن صاحب ۹۹
کا دل چاہے میرے رسائل کو دیکھ لے بہتان و اثم مبین واضح ہو جاویگا حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ کی جگہ یہ عبارت لکھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم تو الخ اور بسط البنان پر اس عبارت کی تہمت لگائی ہے خدا سے ہمکو کام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں اھ حضرات ناظرین اس تدین کو ملاحظہ فرما دیں فالی اللہ المشتکی۔

حکایت (۳)

ایک صاحب ذی علم نے اپنی ایک حالت باطنیہ لکھی تھی یہاں سے اوسکی تحقیق کی گئی تھی وہ ذیل میں منقول ہے۔

سوال۔ اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھکو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لئے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و

مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے اس سے یہ غرض نہیں کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علمار کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلا وجہ ترجیح دی جاوے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اسمیں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جنمیں سے بہشتی زیور تو حرز جاں ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں (۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے اُن سے اور بھی محبت ہوگئی بات شمار گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالے الامداد اور حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالے مجھکو دیکھنے کے واسطے دیئے الحمد للہ جو لطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھدیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دلمیں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اُٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سوگیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ ... کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھسے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے ...... نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی

اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اسواسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا ...... حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔

۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

شکایت مع درایت ۱۰۱

اس واقعہ کے متعلق اور اسپر جو میرا جواب ہے اُسکے متعلق جو کچھ شورش برپا ہوئی جس میں زیادہ حصہ بعض اخباروں نے لیا اُس کا حاصل پانچ الزام ہیں **اول** یہ کہ نعوذ باللہ مجیب نے دعوے نبوت کا کیا استغفر اللہ نعوذ باللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ **دوسرے** یہ کہ صاحب واقعہ پر زجر و توبیخ اور اُسکو استغفار کا امر نہیں کیا کیونکہ یہ وسوسہ شیطانی تھا۔ یا کم از کم واقعہ طبیعت پر گراں کیوں نہیں ہوا **تیسرے** یہ کہ جب یہ وسوسہ شیطانی تھا تو اُس کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا۔ جیسا کہ اُسکی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے **چوتھے** یہ کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم کیوں نہیں دیا **پانچویں** یہ کہ اس تحریر کو شائع کیوں کیا گیا جس سے اتنا مفسدہ ہوا۔

الزام اول کا افترا و بہتان عظیم ہونا اسقدر ظاہر ہے کہ مجھکو کہیں آیت مبارکہ کی تلاوت کردوں اور زیادہ جواب دیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے آیۃ ان الذین یؤذون المؤمنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۔ کیونکہ عبارت

جواب میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی اس دعوی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جواب میں لفظ
متبع سنت خود اعتراف ہے کہ مجیب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت
ہے پس اس الزام والوں کے لیے آیت موصوفہ کی وعید ہی کافی ہے مگر چونکہ دنیا میں ایسے
بھی غبی ہیں کہ وہ اس سے زیادہ واضح جواب کے محتاج ہیں اس لیے اتنا اور عرض کرتا
ہوں کہ غور کرنا چاہیے کہ اگر یہی واقعہ اس زمانہ کے مشہور مدعی نبوت کے سامنے پیش
ہوتا تو کیا وہ اس کا یہی جواب دیتا جو احقر نے دیا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو یوں کہتا کہ تمہارا
مجکو رسول نہ سمجھنا اور اس بناء پر ان الفاظ کو غلط جان کر فکر تدارک کرنا تمہاری غلطی ہے
اور میں واقع میں رسول ہوں اور یہ کہتا کہ اس سے بڑھ کر میری رسالت کی کیا دلیل ہو سکتی
ہے کہ تم باوجودیکہ میری رسالت کا اقرار کرنا نہیں چاہتے مگر خدا تعالیٰ تم سے جبراً اس کا اقرار
کراتا ہے انتھے۔ اب موازنہ کرکے بتلائیے کہ احقر کے جواب میں نعوذ باللہ دعوی تو درکنار کہیں
اس کا شبہ بھی ہے حاشا وکلا اور اگر یہ قصداً افترا نہیں بلکہ بدفہمی ہے تو اگر اسکی کوئی بنا بھی ہے
جیسے بعض کا قول سنا گیا ہے کہ صاحب واقعہ کے اس مضمون کے نقل کرنے پر رد نہ کرنا اس مضمون ۱۰۲
کی تقریر ہے تو موٹی بات ہے کہ جب صاحب واقعہ خود ہی اس مضمون کے رد و ابطال کو بھی نقل
کر رہا ہے پھر مجیب کو اسکی کیا حاجت رہی تو مجیب کا سکوت فی الواقع اس صاحب واقعہ کے
اس رد و ابطال کی تقریر ہے نہ کہ اس مضمون کی۔ پھر یہ بنا کیا چیز رہی۔ اور اگر بلا کسی بنا کے
یہ بدفہمی ہے تو بس اس آیت کا مصداق ہے آیۃ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب
التی فی الصدور۔ اللہ تعالیٰ فہم و تدین عطا فرمائے۔ غرض اس الزام کا منشا تو جہل محض یا
عناد بحت ہے۔ رہے بقیہ الزامات سو اصل یہ ہے کہ اس واقعہ کے دو جزو ہیں ایک خواب کا
ایک بیداری کا۔ سو ظاہر ہے کہ حصہ خواب میں وہ بالیقین و بالاجماع مکلف تو ہے نہیں مگر
تاہم اسمیں فی نفسہ یہ چند احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خواب گو صورۃً منکر و قبیح ہے مگر نظر بر صلاح
حال صاحب رویا تعبیر اسکی اچھی ہو کیونکہ صاحب رویا کی حالت کو تعبیر میں دخل ہوتا ہے جیسا
حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ام فضل نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خواب عرض کیا
کان قطعۃ من جسدک قطعت ووضعت فی حجری اور ساتھ ہی یہ عرض کیا تھا رایت حلما

منکرا الثیلۃ۔ مگر آپ نے یہ فرمایا کہ رایت خیرا اور پھر ایک اچھی تعبیر دی (مشکوۃ باب مناقب اہل البیت) حالانکہ ظاہر اکیسا نامناسب ادنی کا واقعہ دیکھا اور جیسا امام ابوحنیفہ رح نے ایک خواب دیکھا تھا انہ اتی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنبشہ فاخبرا ستاذہ وکان ابوحنیفۃ صبیا بالمکتب فقال لہ استاذہ ان صدقت رؤیاک یا ولد فانک تقتفی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتنبش عن شریعتہ فکان کما اخبرالا ستاذ (رسالہ تعبیر الرویا کشوری صفحہ ۳) اسیطرح علامہ خطیب نے اپنی تاریخ میں بہ تغییر بعض الفاظ یہ واقعہ درج فرمایا ہے (من رسالۃ بعض الاحباب) دیکھئے یہ خواب ظاہر اکیسا موحش تھا لیکن تعبیر کیسی تسلی بخش بتلائی گئی **دوسرا احتمال** یہ ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو اور اسکی تعبیر اچھی ہو سو احقر کا ذہن جواب لکھنے کے وقت اس احتمال اول کیطرف گیا اور گو میں صاحب واقعہ کو نہ پہچانتا ہوں نہ جانتا ہوں کیونکہ وہ نہ میرے پاس آئے نہ کچھ خط وکتابت یا تعلیم وتلقین کا کوئی تعلق مجکو یاد ہے مگر بعض قرائن مقصد نے میرے قلب نے اس کے صلاح کی شہادت دی جن میں بڑا قرینہ غلط کلمات کے نکلنے سے اس کا خواب میں بھی پریشان ہونا

۱۰۳ اور اسکے تدارک کی کوشش کرنا ہے کیونکہ خواب میں آدمی مکلف نہیں ہوتا مگر باوجود عدم تکلیف کی حالت میں ہونے کے امر ونہی کا ایسا اہتمام ہونا بین دلیل ہے صاحب رویا کے ایمان قوی وصلاح کی بس اس صلاح وتدین کی بنا پر میں نے اسکی ایک اچھی تعبیر لکھدی اور اس وقت وجہ مناسبت کا نہ لکھنا ایک تو اس لئے تھا کہ میں اسکو اپنے نزدیک خفی نہیں سمجھا دوسرا اس لئے کہ مخاطب میرے گمان میں صاحب علم یا صاحب فہم تھا اسکی حاجت نہ سمجھی میرے تعبیر کیساتھ وجہ مناسبت لکھنا ضروری بھی نہیں جیسا حکم شرعی کے ساتھ دلیل لکھنا ضروری نہیں مگر اب تبرعا وجہ مناسبت بھی لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور شخص کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف۔ بس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی تعبیر اتباع سے دی گئی اسیطرح بجائے اسم نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دوسرا اسم ملفوظ ہونے کی تعبیر اگر اس اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آگیا۔ نیز مناسبت کی تقریر

علمی اصطلاح کے موافق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تشبیہ بلیغ میں ادات تشبیہ حذف کر دیا جاتا
ہے جیسے ابو یوسف ابو حنیفہ اور تعبیر کے لیے ادنی مناسبت بھی کافی ہے باقی مجکو اس پر
اصرار نہیں اگر یہ خواب شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو اور اسکی یہ تعبیر نہو
یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دے دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جسپر کوئی الزام نہیں ہو سکتا
یہ تو کلام تھا حصۂ خواب کے متعلق - اب رہا حصہ بیداری کا جس میں غلط کلمات نکل رہے
ہیں سو صاحب واقعہ تصریحاً کہتا ہے کہ میں بقصد تلافی کلمات خواب کے صحیح کلمات ادا کرنا چاہتا
ہوں مگر بلا اُسکے اختیار اور قصد کے پھر بھی غلط ہی نکلتے ہیں سو چونکہ کوئی دلیل شرعی
یا عقلی اُس شخص کی تکذیب پر اور اس حالت کے امتناع پر قائم نہیں گو کثیر الوقوع نہیں لیکن
اتنی قلیل بھی نہیں کہ عدیم النظیر کہا جاوے - غرض جب ایسا ممکن ہے تو اس شخص کی اس
جزو میں بھی تصدیق کیجاوے گی پس اسکی تصدیق کی بنا پر اس میں بھی چند احتمال ہیں -
ایک یہ کہ یہ حالت بقیہ اثر ہو اُس حالت خواب کا - گو دونوں میں یہ تفاوت ہوگا کہ
حالت خواب میں شعور و اختیار دونوں منفی ہوتے ہیں اور اس بیداری میں صرف اختیار ۱۰۴
منفی ہو شعور منفی نہو جیسا بعض اوقات آدمی کچھ ہذیان بکتا ہے اور بیدار ہوکر بھی تھوڑی
دیر تک ایسا مغلوب رہتا ہے کہ وہی بکتا رہتا ہے اور مدار انتفاء تکلیف کا عدم اختیار پر ہے
اگرچہ بقا شعور کے ساتھ ہو دوسرا احتمال یہ ہے کہ اُسپر کسی کیفیت باطنیہ کا غلبہ ہو گو واقعی
اُس کا مضمون پڑھ کر جو میرے قلب پر اثر ہوا اُس اثر سے میرا وجدان ان ہی دو احتمالوں کی
طرف علی سبیل التردد گیا اور دونوں احتمالوں پر ایسی حالت مثل خواب کے قابل تعبیر و تاویل
ہوتی ہے اس لیے (میں نے اپنے جواب کو اس حالت کی بھی تعبیر مشترک قرار دیا باقی مجکو اسپر
بھی اصرار نہیں کیونکہ اس میں تیسرا چوتھا احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اس حالت کا سبب کوئی
آفت دماغ یا لسان میں ہو یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہو کہ جس طرح وہ قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے
زبان پر ان کلمات کا القا کر دیا ہو لیکن ہر حال میں بر تقدیر نفی اختیار و قصد میں مصدق
ہونے کے وہ نہ کافر ہے نہ عاصی ہے بلکہ تیسرے احتمال پر تو یعنی جبکہ اس کا سبب کوئی
آفت یا مرض ہو یہ حالت مذموم و اثر شیطانی بھی نہیں چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

حق تعالیٰ کی فرح بالتوبہ کی مثال میں ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی جس نے شدت فرح
میں یہ کہدیا تھا اللّٰھم انت عبدی وانا ربک حالانکہ فی نفسہ یہ کلمہ کفر ہے مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کو نقل فرماکر اسپر انکار نہیں فرمایا بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ اخطأ من شدۃ
الفرح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت فی اللسان کی حالت نہ مذموم ہے نہ اثر شیطانی ہے
ورنہ حق تعالیٰ کی فرح محمود کی تشبیہ فرح مذموم شیطانی کے ساتھ لازم آتی ہے و ہو باطل
اور یہی حکم ہے آفت فی الدماغ کا بل بالاولیٰ لانہ مرض وقال اللہ تعالیٰ ولا علی المریض حرج
اور اس حدیث مثال تائب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلمہ غیر صحیحہ پر ہر حالت میں گرانی ہونا ضروری
نہیں یہی وجہ ہے کہ اس مثال کو نقل فرماکر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہیں ہوئی
اور ایک اعرابی نے جو آپ کے سامنے کہدیا تھا کہ ہم حق تعالیٰ کے آپکے سامنے تشفیع لاتے ہیں
تو آپ پر بے حد گرانی ہوئی تھی کیونکہ وہ تکلم بالقصد تھا گو جہل سے تھا اور نسیان بلا قصد
فافہم۔ اور واقعہ زیر بحث میں تو بلا قصد سے بھی زیادہ یعنی مع قصد و اہتمام تکلم بکلمہ صحیحہ
۱۰۵ ایک غلط کلمہ نکلا تو وہ بدرجہ اولیٰ عدم گرانی کا مستحق ہوگا۔ اور چوتھے احتمال پر گو یہ مسبب
عن الشیطان ہو مگر معصیت پھر بھی نہیں جیسا کہ قلب کے وسوسہ کا حکم ہے۔ اور جامع
دونوں میں عدم قصد و عدم اعتقاد ہے اور وسوسہ کا یہ حکم یعنی عدم معصیت احادیث میں
منصوص ہے۔ بلکہ باوجود وسوسہ کے مذموم ہونے کے اسکے بلا قصد آنے کو علامات ایمان
میں سے فرمایا گیا ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم الخ کے جواب میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوجدتموہ کے بعد ذالک صریح الایمان ارشاد فرمانا (کما فی
المشکوۃ عن الصحیحین) صریح دلیل ہے اسکی اور بعض احادیث وسوسہ میں جو استعاذہ کا
امر فرمایا ہے یہ دلیل نہیں اسکے معصیت ہونے کی۔ ہاں لفظ استغفار سے اس دلالت
کی گنجائش ہو سکتی تھی چنانچہ معصیت نہ ہونا مجمع علیہ ہے اور یہ استعاذہ خواہ لفظاً ہو یا
معنےً چنانچہ بعض احادیث میں وہ مذکور بھی نہیں صرف معنے پر اکتفا فرمایا گیا یعنی اسکو برا
سمجھنا اور دفع کی کوشش کرنا جیسا واقعہ زیر بحث میں بھی ایسا کرنا مذکور ہے ونعم
ما قال العارف الرومی ؎

ترک استثنا مرادم قسوتے ست	نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
اے بسا ناوردہ استثنا بگفت	جان او با جان استثناست جفت

بہرحال تیسرے چوتھے احتمال میں بھی معصیت لازم نہیں اور اگر تیسری حالت کے معصیت ہونے کا اس سے شبہ ہوجائے کہ حدیث میں ہے من قال باللات والعزی فلیقل لا الٰہ الا اللہ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ سبق لسان بھی اس درجہ کی معصیت ہے کہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے تو سمجھنا چاہیے کہ یہاں ذکر اس شخص کا ہے جس کو پہلے سے عادت کفر بکنے کی تھی پھر بھی اس امر بالتدارک کا سبب خود اس سبق لسانی کا فی نفسہ معصیت ہونا نہیں بلکہ اسکے منشا یعنی عادت سابقہ اختیاریہ کا مذموم ہونا ہے اور تدارک جو اس کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے کیا گیا ہے سو مقصود اس کا اظہار بقاء ایمان سابق یعنی اظہار عدم زوال ایمان سابق ہے نہ احداث ایمان جدید بعد زوال السابق۔ سو اس سے وجوب تجدید پر بھی استدلال نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ اس صاحب واقعہ کی تصدیق کی بنا پر متعدد احتمالات مذکورہ میں سے جو احتمال بھی لیا جاوے ان سب میں اتنا تو امر مشترک ہے کہ یہ شخص نہ کافر ہوا نہ عاصی۔ پس اس سے الزام ثانی وثالث بھی مرتفع ہوگیا۔ ثانی تو اس لیے کہ جب یہ شخص نہ کافر ہے نہ عاصی پھر زجر و توبیخ کی کیا وجہ۔ اور گرانی کا جواب اوپر بہ ضمن تقریر حدیث مثال تمام ہوچکا ہے۔ ورنہ یہاں تو شب و روز مشاہدہ ہے کہ اس سے اہون امور پر گرانی و زجر تو کیا سخت سے سخت دارو گیر کیجاتی ہو۔ تقریراً بھی تحریراً بھی اور ثالث اس لیے کہ اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اول تو یہی متیقن نہیں کہ یہ وسوسہ شیطانی تھا۔ اور بر تقدیر تسلیم بھی غایت ما فی الباب میری ایک رائے کی غلطی ہوگی مگر ملامت تو پھر بھی نہیں ہوسکتی اب چوتھا پانچواں الزام رہا سو اوپر کی تقریر سے جب ۱۰۶
اس کا معذور عند اللہ ہونا ثابت ہوچکا تو واقعی مجھکو جواب لکھنے کے وقت اسکی طرف وجہہ وسوسہ تک میں بھی التفات نہیں ہوا کہ آیا یہ ظاہر احکام فقہیہ میں بھی معذور ہوگا یا کہ غیر معذور ہوکر مامور بہ تجدید الایمان یا بہ تجدید النکاح ہوگا اس لئے میں نے اسکے حکم فقہی سے جواب میں تعرض نہیں کیا تھا۔ بلکہ جواب لکھنے کے مدتوں بعد تک بھی مجھکو یہ احتمال نہیں

ہوا کہ کوئی صاحب علم اس کو غیر معذور سمجھے گئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گو سبکی نہیں مگر بعض حضرات اکابر کی رائے اسکے ظاہراً و قضاءً غیر معذور ہونے کی طرف ہے اسوقت میں نے ایسے حکم فقہی کے اظہار کی ضرورت سمجھی اور چونکہ اس معاملہ کا بوجہ مجیب ہونے کے میرے ساتھ ایک گونہ تعلق تھا اور میری رائے اسمیں نرم تھی اسلیے میں نے اپنے فتوی پر اعتماد کرنیکو خلاف احتیاط سمجھکر دوسرے حضرات سے فتاوی حاصل کیے جنکا استقصاء یہاں تو (بوجہ کم گنجایش ہونیکے بدون اپنی رائے کو دخل دیئے ہوئے) صرف خلاصہ بالفاظہا نقل کیے دیتا ہوں بعد میں کسی موقع پر ان کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم کے مرتب کرکے اگر کوئی صاحب شایع کرنے کے لیے مانگیں گے دیے جاوینگے پس ان میں سے سہارنپور کے فتوی کا حاصل تو یہ ہے کہ یہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے ایک جہت وہ ہے جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالی اسکو مومن قرار دیا جاتا ہے دوسری جہت ظاہر اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے کہ جسپر اسکو مامور بہ تجدید الایمان والنکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے اس صورت میں فیما بینہ و بین اللہ تعالی نکاح اول بحالہ باقی ہے لہذا اسکی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے انتہے۔" اور دیوبند کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ "وہ اسکو معذور رکھتے ہیں اور حکم کفر و ارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے اور جب کہ حکم کفر و ارتداد اسپر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونۃ زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا استحباباً تجدید کرلینا بحث سے خارج ہے لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے اور اس دوسرے فتوی کی ایک تصدیق کا حاصل یہ ہے کہ "عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اسکے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا ہے یا نہ متفق علیہ ہے۔ البتہ زوجہ اسکی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوجہ اسکو حلف دے" اور دہلی کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ "جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اسکی زبان سے صدور خطأً ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا اسلیے اسکو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائیگا احتیاطاً تجدید کرلینا بحث سے خارج ہے اسکی منکوحہ قطعاً اسکے نکاح میں ہے اور اسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں۔ اگر اسکی یہ حالت بیخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضاء و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہو تاہم بوجوہ مذکورہ بالا قضاءً بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔ انتہت"

عہ زوجہ جزو ثانی اور جو امور زائد علی اصل المدعی ہیں مثلاً امر بہ تجدید ایمان و نکاح وغیرہ ان میں گو نہ اختلاف ہے مگر یہ معتد بہ اختلاف نہیں پس ان فتووں کے باہم متخالف ہونیکا شبہ نہ کیا جاوے ۱۲ منہ

عہ اور اصل مدعا میں یہ سب فتوے متحد ہیں یعنی (۱) عدم حکم بالارتداد (۲) بقاء نکاح زوجہ یعنی عدم بینونۃ زوجہ (۳) عدم جواز نکاح

اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعض میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بنار پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کی من کل الوجوہ موید ہیں) ظاہر کرکے سبکدوش ہوتا ہوں اب علماء اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے اور اسی طرح صاحب واقعہ بھی ان فتووں کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمالیں۔ رہا پانچواں الزام سو واقعی میرے نزدیک یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا کہ اسمیں کسی ایسے شبہ کی گنجایش میرے ذہن میں نہ تھی اور کسی شبہ کی گنجایش نہونے ہی کے سبب میں نے جواب مجمل کو کافی سمجھا تفصیل کی حاجت نہ سمجھی تو اس حالت میں اسکی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیونکر ہوسکتا تھا اور جب اس کا احتمال نہ تھا تو گو اشاعت میں نے نہیں کی مگر اسکی اشاعت کو روکا بھی نہیں بالخصوص جب کہ اسکی اشاعت میں یہ فائدہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر کسی کو ایسی حالت پیش آئے تو تعدہ تلبیس سے محفوظ رہکر اپنے جان و ایمان کو بچا سکے اور ایسا ہی شخص اس فائدہ کی قدر بھی کرسکتاہے۔ ورنہ غیر صاحب حال کیا جانے بقول کسے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ؛ حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

یہ تھی حقیقت واقعہ کی راست راست بے کم و کاست۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ بحمد اللہ نہ صاحب واقعہ نے اور نہ احقر نے نہ کسی کفر کا ارتکاب کیا نہ کسی معصیت کا۔ غایت مافی الباب بعض امور متعلقہ رائے میں رائے کا اختلاف محتمل ہوسکتا ہے جو کسی درجہ میں بھی محل ملامت نہیں ہے مگر پھر بھی صمیم قلب سے کہتا ہوں اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما علمت منہ وما لم اعلم وما انت اعلم بہ منی۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ؛ ؛ ؛

یاداشت